ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

USMAN NOTES
www.usmannotes.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 1981

Program: BS Islamic Studies (Spec. Qur'an & Tafsir)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ — شعبہ قرآن وتفسیر

کورس: اسلام اور استشراق (1981)

سطح: بی ایس علوم اسلامیہ (تخصص قرآن وتفسیر)

سمسٹر: خزاں 2026ء

امتحانی مشق نمبر 2 (یونٹ نمبر: 6 تا 9)

کل نمبر: 100 — کامیابی کے نمبر: 50

USMAN NOTES www.usmannotes.com

Reference & For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ سے گزارش ہے کہ متعلقہ یونٹس کا مطالعہ کریں، مفاہیم کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر جواب اپنے الفاظ میں تحریر کریں۔ ہو بہو نقل کرنا تعلیمی دیانت کے خلاف ہے اور یونیورسٹی کی ہدایات کے مطابق مشق کی قدر و قیمت بھی اسی صورت میں برقرار رہتی ہے جب تحریر طالب علم کی اپنی سمجھ کی عکاس ہو۔

طریقہ کار سے متعلق نوٹ: مشق نمبر 2 کے سوال نمبر 2 اور سوال نمبر 3 طبع شدہ صورت میں قریب قریب ایک جیسے ہیں۔ اس گائیڈ میں سوال نمبر 2 کا جواب مستشرقین کی سیرتی تحقیقات کے مضامین اور نتائج کے تنقیدی جائزے پر مرکوز رکھا گیا ہے، جبکہ سوال نمبر 3 کا جواب ان تحقیقات کے اسلوب اور طریقہ کار کی تحقیقی وضاحت پر مرکوز ہے، تاکہ دونوں سوال اپنے اپنے تقاضے کے مطابق الگ الگ پورے ہوں۔ سیرت سے متعلق تمام بحث خالصتاً علمی اور تعلیمی ہے؛ دینی احکام کا کسی شخص یا معاملے پر اطلاق اہلِ علم اور مجاز فورم کا کام ہے۔

کورس کا تعارف اور اس مشق کا جائزہ

امتحانی مشق نمبر 2 یونٹ 6 تا 9 پر مشتمل ہے اور یہ مشق نمبر 1 کی قائم کردہ بنیاد کو آگے بڑھاتی ہے۔ اس کے چار سوالات بالترتیب یہ ہیں: قراءات قرآنیہ پر مستشرقین کے اعتراضات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، سیرت النبی ﷺ پر مستشرقین کی تحقیقات کا تنقیدی جائزہ، سیرت ہی پر ان تحقیقات کے اسلوب کی تحقیقی وضاحت، اور فقہ اسلامی پر جوزف شاخت کے موقف کا تنقیدی جائزہ۔ ترتیب پر غور کریں تو پہلا سوال متن کے سب سے دقیق علم یعنی قراءات سے شروع ہو کر دوسرا اور تیسرا سوال سیرت کے مواد اور طریقے کو لیتا ہے اور چوتھا سوال فقہ کی تاریخ کے سب سے متنازع موقف پر ختم ہوتا ہے۔ گویا یہ مشق طالب علم سے توقع کرتی ہے کہ وہ اب صرف مفہوم بیان نہ کرے بلکہ دعوے کی پرکھ، اسلوب کا تجزیہ اور موقف کی تنقید بھی کرے۔ اس گائیڈ میں ان توقعات کو اسی ترتیب سے پورا کیا گیا ہے: ہر جواب میں پہلے موضوع کی بنیاد، پھر اعتراض یا موقف کی مکمل صورت، پھر دلیل کی کسوٹی پر جائزہ اور آخر میں نتیجہ رکھا گیا ہے۔ سوال نمبر 2 اور 3 کی فریق سنائیت کے سامنے رکھتے ہوئے پہلے کو تحقیقات کے نتائج اور دوسرے کو ان کے طریقہ کار پر مرکوز رکھا گیا ہے تاکہ دونوں کا تقاضا الگ الگ پورا ہو۔

سوال نمبر 1 (25 نمبر)

سوال: قراءات قرآنیہ پر مستشرقین کے اعتراضات کا ایک تحقیقی و تنقیدی جائزہ تحریر کیجئے۔

تعارف

قراءات قرآنیہ سے مراد قرآن مجید کے الفاظ کی ادائیگی اور تلاوت کے وہ مستند طریقے ہیں جو نبی کریم ﷺ سے تواتر کے ساتھ منقول ہو کر ائمہ قراءت کے ذریعے امت تک پہنچے۔ یہ علم علوم القرآن کی سب سے دقیق شاخوں میں سے ہے اور اس کی بنیاد وہ حدیث ہے جس میں قرآن کے سات حروف پر نازل ہونے کی خبر دی گئی ہے، جس کی تشریح میں علماء نے تفصیلی بحث کی ہے۔ جب مستشرقین نے قرآن کے متن کی تاریخ کا مطالعہ شروع کیا تو قراءات کا تعدد ان کی توجہ کا خاص مرکز بنا اور انہوں نے اسے اپنے بعض نظریات کی بنیاد بنایا۔ اس جواب میں تحقیقی انداز یہ اختیار کیا گیا ہے کہ پہلے قراءات کا مفہوم اور اس کے شرعی و علمی اصول بیان کیے جائیں، پھر مستشرقین کے

اعتراضات کو منظم عنوانات میں پیش کیا جائے، اس کے بعد ہر اعتراض کا تنقیدی جائزہ ثبوت کے معیار پر لیا جائے، اور آخر میں نتیجہ اخذ کیا جائے۔ تحقیقی جائزے کی یہی ترتیب طالب علم کو دکھائے گی کہ اختلاف کا اصل نقطہ مواد نہیں بلکہ مواد کو پڑھنے کا طریقہ ہے۔

قراءات کا مفہوم اور اس کے اصول

قراءت اس خاص کیفیت کا نام ہے جس میں قرآن کا کوئی لفظ یا جملہ کسی [illegible] لہجے، امالے، ادغام یا حروف کی ادائیگی کے ساتھ پڑھا جائے اور یہ کیفیت روایت سے ثابت ہو۔ مستند قراءت کے لیے مسلم علماء نے تین شرائط مقرر کیں جن کا خلاصہ ابنِ جزری کے ہاں ملتا ہے: قراءت مصحفِ عثمانی کے رسم کے موافق ہو، عربی لغت و نحو کے کسی معتبر پہلو کے مطابق ہو، اور اس کی سند صحیح و متواتر ہو۔ جس قراءت میں یہ شرائط پوری ہوں وہ قرآن کے طور پر پڑھی جاتی ہے اور جس میں کوئی شرط کم ہو اسے شاذ یا غیر معتبر شمار کیا جاتا ہے۔ اس نظام سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں: پہلی یہ کہ قراءات کا تعدد بے قاعدہ آزادی نہیں بلکہ اصولوں کے اندر بندھا ہوا نظم ہے، اور دوسری یہ کہ قراءتوں کے اکثر اختلافات ادائیگی و لہجے کے ہیں، کچھ اختلافات صرفی و نحوی صورتوں کے ہیں، اور معانی کا ایسا اختلاف جو باہمی تضاد پیدا کرے، پورے نظام میں پایا ہی نہیں جاتا بلکہ اکثر مقامات پر مختلف قراءتیں معنی کی تکمیل اور وسعت کا کام دیتی ہیں۔ یہ بھی تاریخی حقیقت ہے کہ قراءات کی روایت تحریر سے پہلے سے زبانی تلقی پر قائم ہے؛ قاری اپنے شیخ سے سن کر پڑھتا ہے اور اجازہ حاصل کرتا ہے، چنانچہ قراءت کی سند دراصل تلاوت کی زندہ زنجیر ہے۔ ان بنیادوں کو سمجھے بغیر اعتراضات کا جائزہ ممکن نہیں، کیونکہ زیادہ تر اعتراضات انہی بنیادوں کو نظر انداز کر کے قائم کیے گئے ہیں۔

جدول 1: قراءت کے اختلاف کی اقسام

قسم	مثال کی نوعیت	معنی پر اثر
ادائیگی و لہجہ	امالہ، ادغام، مد کی مقداریں	معنی میں کوئی تبدیلی نہیں
صرفی و نحوی صورت	ایک ہی مادے کی مختلف صورتیں	معنی کی تکمیل یا تاکید

تضاد نہیں؛ باہمی توضیح	رسم کے دائرے میں محفوظ فرق	حروف و کلمات
قرآن شمار نہیں ہوتیں	شرائط سے خارج روایات	شاذ و غیر مصدقہ

مستشرقین کے اعتراضات

قراءات پر اعتراضات کو چار بڑے عنوانات میں رکھا جا سکتا ہے۔ پہلا اعتراض یہ ہے کہ قراءتوں کا تعدد اس بات کی دلیل ہے کہ ابتدائی متن غیر متعین تھا اور بعد میں قاریوں نے اپنی سمجھ کے مطابق صورتیں بنا لیں۔ دوسرا اعتراض رسمِ عثمانی کے ابہام سے جوڑا جاتا ہے، کیونکہ ابتدائی رسم میں نقاط و اعراب نہیں تھے اس لیے ایک ہی رسم سے مختلف قراءتیں نکالنا ممکن ہوا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل متعین صورت معلوم نہیں تھی۔ تیسرا اعتراض بعض شاذ قراءتوں اور صحابہ سے منسوب صورتوں کو بنیاد بنا کر کیا جاتا ہے کہ یہ صورتیں معیاری متن سے ہٹی ہوئی ہیں اس لیے متن کی تاریخ مشکوک ہے۔ چوتھا اعتراض یہ تاثر دینا ہے کہ مختلف قراءتوں سے مختلف معانی اور بعض اوقات مختلف احکام بھی نکلتے ہیں، گویا ایک کتاب کی کئی صورتیں بیک وقت موجود ہیں۔ ان اعتراضات کی تاریخی نمائندگی میں جیفری کی متنی تحقیق اور متأخر تنقیدی تحریریں شامل ہیں جن میں قراءات کو متن کی عدمِ استحکام کی علامت کے طور پر پیش کیا گیا۔ اس مرحلے پر تحقیقی انصاف کا تقاضا ہے کہ اعتراض کو اس کی مضبوط ترین صورت میں بیان کیا جائے، جو اوپر کر دیا گیا ہے، اور پھر اس کا جائزہ دلیل کی کسوٹی پر لیا جائے، نہ کہ اسے پہلے کمزور بنا کر رد کیا جائے۔

تحقیقی و تنقیدی جائزہ

پہلے اعتراض کا جائزہ یہ ہے کہ قراءتوں کے تعدد کو غیر تعین کی دلیل بنانا اس وقت درست ہوتا جب قراءتیں لامحدود اور بے سند ہوتیں، جبکہ واقعہ اس کے برعکس ہے: متواتر قراءتوں کی تعداد محدود و متعین ہے، ہر قراءت کی سند اس کے امام سے ہوتی ہوئی اوپر تک جاتی ہے، اور جو صورت ان شرائط پر پوری نہیں اترتی اسے خود مسلم نظام نے باہر رکھا ہے۔ یہ نظم کسی بے ترتیبی کی نہیں بلکہ منظم روایت کی علامت ہے۔ دوسرے اعتراض کے بارے میں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ رسمِ مصحف تحریر کا وہ نظام ہے جو اس دور کی کتابت کے مطابق تھا، اور قراءت کا اصل دارومدار تحریر پر نہیں بلکہ مشافہت یعنی زبانی تلقی پر تھا؛ کتاب معلم کی جگہ نہیں لیتی تھی بلکہ اس کی تائید کرتی تھی۔ چنانچہ رسم سے

قراءتوں کا امکان نکلنا اس بات کی دلیل نہیں کہ صورت معلوم نہیں تھی، بلکہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ رسم کو دانستہ ایسا رکھا گیا کہ وہ مستند قراءتوں کو اپنے اندر سمو سکے، اور یہ نکتہ الزرکشی اور السیوطی سمیت علوم القرآن کے ائمہ نے بیان کیا ہے۔ تیسرے اعتراض کا جواب بھی اسی اصول سے نکلتا ہے کہ شاذ قراءت کی تعریف ہی یہ ہے کہ وہ شرائط پر پوری نہیں اترتی، اور کسی نظام کے خارج شدہ مواد کو اس نظام کے متن کے خلاف استعمال کرنا منطقی طور پر غلط ہے۔ چوتھے اعتراض پر تحقیق یہ کہتی ہے کہ متواتر قراءتوں کے معنوی فرق کی مثالیں جمع کر کے دیکھیں تو تضاد کی مثالیں نہیں ملتیں؛ فرق یا تو لہجے کا ہے یا ایسی صرفی صورت کا جو معنی کو وسیع یا موکد کرتی ہے، اور فقہاء نے بھی ان قراءتوں کو احکام میں باہمی تکمیل کی نظر سے دیکھا ہے۔ مجموعی طور پر یہ جائزہ دکھاتا ہے کہ اعتراضات کی قوت زیادہ تر اس مفروضے پر کھڑی ہے کہ متن کی حفاظت صرف تحریر سے ہوئی ہو گی، جبکہ قرآنی روایت کی انفرادیت یہی ہے کہ اس کی حفاظت کا اصل ذریعہ تواترِ تلاوت رہے اور تحریر اس کی خادم رہی ہے۔

نتیجہ

حاصل یہ ہے کہ قراءات قرآنیہ کوئی غیر منظم تعدد نہیں بلکہ شرائط، اسانید اور رسم کے ہم آہنگ نظام کا نام ہے، جس میں اختلاف کی اکثریت ادائیگی و صورت کی ہے اور معنوی تضاد موجود نہیں۔ مستشرقین کے اعتراضات — تعدد کو غیر تعین کی دلیل بنانا، رسم کے ابہام سے نتیجہ نکالنا، شاذ روایات کو بنیاد بنانا اور معنوی اختلاف کو مبالغے سے پیش کرنا — اس وقت کمزور پڑ جاتے ہیں جب قرآنی روایت کے اس اصل وصف کو سامنے رکھا جائے کہ اس کی بنیاد زبانی تواتر اور سند کا زندہ سلسلہ ہے۔ ساتھ ہی اس مطالعے نے مسلم اہلِ علم کو قراءات کی تدوین، مخطوطات کی تحقیق اور اصولوں کی نئی شرح کی طرف متوجہ کیا جو اس بحث کا تعمیری پہلو ہے۔ طالب علم کے لیے سبق یہ ہے کہ وہ تنقیدی جائزے میں پہلے نظام کو اس کے اپنے اصولوں کے ساتھ سمجھے اور پھر اعتراض کو انہی اصولوں کی کسوٹی پر پرکھے؛ یہی تحقیقی دیانت ہے جس کی توقع اس سوال نے لفظ تحقیق کے ساتھ کی ہے۔ اگلے سوالات میں سیرت اور فقہ کے مباحث میں بھی یہی ترتیب کارآمد رہے گی کہ پہلے روایت اپنے نظام کے ساتھ، پھر اعتراض، اور پھر پرکھ۔

سوال نمبر 2 (25 نمبر)

سوال: سیرت النبی ﷺ پر مستشرقین کی تحقیقات کا تنقیدی جائزہ تحریر کیجئے۔

تعارف

سیرت النبی ﷺ مسلمانوں کے لیے صرف تاریخی موضوع نہیں بلکہ دین کے فہم کا بنیادی مأخذ ہے، کیونکہ قرآن کا عملی نمونہ اور احکام کی تطبیق سیرت ہی سے معلوم ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مستشرقین نے اسلام کا مطالعہ شروع کیا تو سیرت ان کی تحقیق کا مرکزی موضوع بنی اور ڈیڑھ صدی سے زائد عرصے میں اس پر وسیع ادب وجود میں آیا جس میں تعریفی، غیر جانبدار اور شدید تنقیدی ہر طرح کی تحریریں شامل ہیں۔ اس جواب کا مقصد اس ادب کا تنقیدی جائزہ ہے: پہلے بڑے ادوار اور نمائندہ محققین کا خاکہ پیش کیا جائے گا، پھر ان تحقیقات کے مضامین اور دعووں کا خلاصہ بیان ہو گا، اس کے بعد تنقیدی جائزے کے نکات منظم انداز میں رکھے جائیں گے، اور آخر میں مجموعی نتیجہ دیا جائے گا۔ واضح رہے کہ تنقید کا موضوع یہاں تحریروں کے دلائل اور نتائج ہیں، اور یہ سارا جائزہ تعلیمی و علمی حدود میں رہ کر کیا گیا ہے۔ سیرت کے مآخذ کی نوعیت یعنی سیرت و مغازی کی کتب، احادیث اور تاریخی روایات اس بحث کی بنیاد ہیں، اس لیے جائزہ انہی مآخذ کے منہج اور استعمال کے گرد گھومے گا۔

سیرتی تحقیقات کا خاکہ اور نمائندہ رجحانات

مستشرقین کی سیرتی تحقیق کو تین رجحانوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ پہلا رجحان انیسویں صدی کے ان محققین کا ہے جنہوں نے سیرت کو مذہبی مناظرے اور نو آبادیاتی عہد کے پس منظر میں لکھا، جن میں ولیم میور کی Life of Mahomet نمایاں مثال ہے۔ اس رجحان میں واقعات کی جمع بندی کی محنت موجود ہے لیکن نتائج میں دینی پیش بندی غالب نظر آتی ہے اور نبی کریم ﷺ کی شخصیت و دعوت کو اس عہد کے مخصوص زاویوں سے دیکھا گیا ہے۔ دوسرا رجحان بیسویں صدی کے اوائل و وسط کے ان محققین کا ہے جنہوں نے زیادہ علمی اسلوب اختیار کیا، جن میں مارگولیتھ کی سیرتی تحریر اپنے تنقیدی لہجے کے لیے اور ڈبلیو منٹگمری واٹ اپنی نسبتاً متوازن تحریروں کے لیے جانے جاتے ہیں۔ واٹ نے نبی کریم ﷺ کو اپنے عہد کے سماجی و معاشی حالات کے تناظر میں سمجھنے کی کوشش کی اور بعض روایتی مغربی الزامات سے اختلاف بھی کیا، اگرچہ ان کی تعبیرات کے بنیادی مقدمات سے مسلم اہلِ علم کا اختلاف برقرار رہا۔ تیسرا رجحان متأخر تنقیدی مکتب کا ہے جس نے مآخذ ہی کی تاریخی حیثیت پر سوال اٹھایا اور سیرت کی روایات کو متأخر ادوار کی عکاسی قرار دینے کی کوشش کی۔ یہ رجحان گولڈزیہر کی حدیث پر تنقید اور شاخت کے قانونی روایت پر نظریے سے متاثر تھا جن پر اگلے سوالوں میں گفتگو آئے گی۔ ان رجحانوں

کا خاکہ یہ دکھاتا ہے کہ سیرتی تحقیق یک رنگ نہیں ہے اور تنقیدی جائزے میں ہر رجحان کو اس کے مقام پر رکھنا ضروری ہے، ورنہ جائزہ یا تو کلی تردید بن جائے گا یا کلی قبولیت، اور دونوں ہی علمی طور پر ناکافی ہیں۔

تحقیقات کے بڑے دعوے

ان تحقیقات کے مضامین کا خلاصہ پانچ دعووں میں کیا جا سکتا ہے۔ پہلا دعویٰ ماخذ کے بارے میں ہے کہ سیرت کی کتب واقعات کے طویل عرصہ بعد لکھی گئیں اس لیے ان کی روایات قابلِ اعتماد نہیں۔ دوسرا دعویٰ دعوت کی تعبیر کے بارے میں ہے کہ نبوت کے اعلان اور تحریک کی کامیابی کو سماجی، معاشی یا نفسیاتی عوامل کی پیداوار کے طور پر بیان کیا جائے۔ تیسرا دعویٰ بعض مخصوص واقعات کے بارے میں ہے جن کی ایسی تشریح کی گئی جو روایات کے محدود مفہوم سے میل نہیں کھاتی اور جن میں منتخب روایات کو سیاق سے کاٹ کر پیش کیا گیا۔ چوتھا دعویٰ دیگر مذاہب سے اثرات تلاش کرنے کا ہے کہ بعض تعلیمات و واقعات کو یہودیت یا مسیحیت سے ماخوذ قرار دیا جائے۔ پانچواں دعویٰ کردار کی تعبیر کا ہے جس میں اخلاقی واقعات کو جدید مغربی معیاروں پر رکھ کر ان کے تاریخی سیاق کو نظر انداز کیا گیا۔ یہ پانچوں دعوے مل کر اس تحقیق کی وہ صورت بناتے ہیں جس کا جواب مسلم سیرت نگاروں نے دیا ہے۔ یہاں یہ بات بھی درج کرنا ضروری ہے کہ انہی تحقیقات کے بعض حصوں میں مآخذ کی تدوین، واقعات کی زمانی ترتیب اور جغرافیائی و تاریخی تفصیلات کی تحقیق میں ایسی محنت بھی ملتی ہے جس سے بعد کے محققین، بشمول مسلم محققین، نے فائدہ اٹھایا ہے۔ تنقیدی جائزے کا کام دعووں کی پرکھ ہے، محنت کے اعتراف سے انکار نہیں۔

جدول 1: سیرتی تحقیقات کے رجحانات

رجحان	نمائندہ خصوصیت	مسلم جائزے کا خلاصہ
کلاسیکی تنقیدی	مناظراتی پس منظر، سخت نتائج	محنت قابلِ ذکر، پیش بندی غالب
متوازن علمی	سماجی تناظر، بعض الزامات سے اختلاف	نسبتاً بہتر، مقدمات سے اختلاف برقرار

استدلال مفروضاتی، داخلی شہادت سے کمزور	مآخذ کی حیثیت ہی پر سوال	متأخر تنقیدی

تنقیدی جائزہ

تنقیدی جائزے کا پہلا نکتہ مآخذ کی تاخیر کے دعوے کے بارے میں ہے۔ یہ درست ہے کہ سیرت کی بڑی کتب دوسری صدی میں مدون ہوئیں، لیکن مسلم روایت کا نظام تحریر کی تاریخ کو روایت کی تاریخ سے الگ رکھتا ہے: واقعات اسانید کے ساتھ نقل ہوتے رہے، مغازی کا علم ابتدائی دور ہی سے ایک مستقل فن رہا، اور مدون کتب نے اپنے مآخذ بیان کیے ہیں۔ جس علم میں راوی کا نام، اس کی ثقاہت پر جرح و تعدیل اور خبر کی متعدد اسانید سے تائید جیسے آلات موجود ہوں، اسے محض تدوین کی تاخیر کی بنیاد پر غیر معتبر قرار دینا ان آلات کو سرے سے نظر انداز کرنا ہے۔ دوسرا نکتہ تعبیر کے دعوؤں کے بارے میں ہے: سماجی و معاشی عوامل کی نشاندہی اپنی جگہ ایک تاریخی مطالعہ ہو سکتی ہے لیکن اس سے وحی کی حقیقت پر نتیجہ اخذ کرنا میدان کی تبدیلی ہے، کیونکہ تاریخی عوامل کسی واقعے کا ماحول تو بیان کر سکتے ہیں، اس کے مابعد الطبیعیاتی دعوے کی تصدیق یا تردید ان کے دائرے میں نہیں آتی۔ تیسرا نکتہ انتخابی استدلال کے بارے میں ہے: جہاں کوئی روایت محقق کے نظریے کے موافق ہو وہاں اسے قبول کر لینا اور جہاں مخالف ہو وہاں اسے ناقابلِ اعتماد کہہ دینا، ایک ہی مطالعے میں دہرا معیار ہے جسے خود مغربی علمی تنقید بھی غلط قرار دیتی ہے۔ چوتھا نکتہ زمانی سیاق کے بارے میں ہے: ساتویں صدی کے واقعات کو اکیسویں صدی کے مقامی معیاروں سے پرکھنے کے بجائے ان کا مطالعہ ان کے تاریخی ماحول اور ان کے اپنے مجموعی نظام میں ہونا چاہیے، اور یہ اصول مغرب کے اپنے تاریخی مطالعے میں بھی مسلم ہے۔ پانچواں نکتہ یہ ہے کہ مسلم جوابی ادب، جس میں شبلی نعمانی کی سیرۃ النبی سے لے کر جدید تحقیقی کتب تک کی روایت شامل ہے، نے ان دعوؤں کا جواب مآخذ کی تحقیق اور اصولوں کی وضاحت سے دیا ہے اور یہ روایت خود اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ مکالمہ علمی میدان میں جاری ہے اور اسی میدان میں فیصلہ ہو گا۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ مستشرقین کی سیرتی تحقیقات ایک وسیع اور متنوع ادب ہے جس میں مناظراتی، متوازن اور مآخذ پر سوال اٹھانے والے تینوں رجحان موجود ہیں۔ تنقیدی جائزے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ان تحقیقات کے بڑے دعوے یعنی مآخذ کی عدمِ اعتبار، دعوت کی مادی تعبیر، منتخب واقعات کی یک طرفہ تشریح، ماخذیت کا دعویٰ اور زمانی سیاق

سے کٹی ہوئی اخلاقی پرکھ، اس وقت کمزور پڑ جاتے ہیں جب مسلم روایت کے اصولوں، مآخذ کے درجے اور میدان کے امتیاز کو سامنے رکھا جائے۔ اس کے ساتھ یہ بھی سچ ہے کہ ان تحقیقات نے مآخذ کی تدوین اور زمانی و جغرافیائی تحقیق میں محنت کی جس سے علمی مکالمے کو وسعت ملی اور مسلم سیرت نگاری کو اپنے اصولوں کی جدید تدوین کی تحریک حاصل ہوئی۔ طالب علم کے لیے درست نتیجہ نہ کلی رد ہے نہ کلی قبول، بلکہ وہی پرکھ ہے جو ہر دعوے کو اس کے ثبوت کے تناسب سے تولے۔ اگلا سوال اسی تحقیق کے اسلوب و طریقہ کار کو موضوع بناتا ہے، اس لیے دونوں جوابات کو ساتھ پڑھنے سے سیرتی استشراق کی مکمل تصویر بنتی ہے۔

سوال نمبر 3 (25 نمبر)

سوال: سیرت النبی ﷺ پر مستشرقین کی تحقیقات کا اسلوب تحقیقی انداز میں تحریر کیجیے۔

تعارف

کسی بھی تحقیق کو سمجھنے کا ایک راستہ اس کے نتائج کا جائزہ ہے اور دوسرا راستہ اس کے اسلوب اور طریقہ کار کا مطالعہ ہے، کیونکہ نتائج عموماً اسلوب ہی کی پیداوار ہوتے ہیں۔ پچھلا سوال مستشرقین کی سیرتی تحقیقات کے مضامین اور دعوؤں کا تنقیدی جائزہ تھا؛ یہ سوال اسی موضوع کے دوسرے پہلو کو لیتا ہے یعنی یہ کہ ان محققین نے تحقیق کیسے کی، مآخذ سے کیسے کام لیا، دلائل کس ترتیب سے بنائے اور کن اصولوں کو اپنایا یا نظر انداز کیا۔ یہ اسلوبی مطالعہ تحقیقی انداز میں کیا جائے گا: پہلے اسلوب کے لسانی و تدوینی عناصر بیان ہوں گے، پھر اس کے استدلالی ڈھانچے کا تجزیہ ہو گا، اس کے بعد اس کی خوبیاں اور کمزوریاں معیار کے ساتھ سامنے رکھی جائیں گی، اور آخر میں اس اسلوب کی بہتر صورت یعنی وہ معیار پیش کیا جائے گا جس پر سیرتی تحقیق کو ہونا چاہیے۔ طالب علم کے لیے یہ سوال اس لیے بھی اہم ہے کہ اس کا اپنا تحقیقی پروجیکٹ بھی طریقہ کار کے انہی سوالات سے گزرے گا، اس لیے دوسرے کے اسلوب کو پرکھنا اپنے اسلوب کو سنوارنے کی مشق بھی ہے۔

اسلوب کے لسانی، تدوینی اور مآخذی عناصر

مستشرقین کے سیرتی اسلوب کا پہلا عنصر لسانی تیاری ہے۔ ان محققین نے عموماً عربی زبان میں مہارت حاصل کی، گرامر و لغت کی باقاعدہ تعلیم لی اور سیرت کی بنیادی کتب کو اصل عربی میں پڑھا۔ اس لسانی سرمایے نے انہیں اس قابل بنایا کہ وہ ترجموں کی واسطہ کاری کے بغیر متن تک پہنچیں، اور یہ ان کے اسلوب کی وہ مضبوط بنیاد ہے جسے تسلیم کرنا چاہیے۔ دوسرا عنصر تدوین و اشاعت ہے: انہوں نے سیرت و تاریخ کی قدیم کتب کے مخطوطات جمع کیے، ان کے متن کی تصحیح کی، حاشیے اور فہارس تیار کیں اور یوں کئی اہم کتب کی معیاری اشاعت ممکن ہوئی۔ ووسٹن فیلڈ کی سیرت ابنِ ہشام کی اشاعت اس رجحان کی معروف مثال ہے جس سے بعد کے تمام محققین نے، بشمول مسلم ایڈیٹروں کے، استفادہ کیا۔ تیسرا عنصر مآخذ کی وسعت ہے: یہ محققین صرف عربی سیرتی کتب پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ سریانی، یونانی، لاطینی اور یہودی مآخذ کو بھی سامنے لاتے ہیں تاکہ واقعات کی خارجی تصدیق یا اس کا موازنہ ممکن ہو۔ یہ تقابلی وسعت اپنی اصل میں ایک اچھی تحقیقی عادت ہے، بشرطیکہ ہر مآخذ کو اس کے درجے پر رکھا جائے۔ چوتھا عنصر زمانی تعمیر ہے: یہ محققین واقعات کی تاریخیں متعین کرنے، خاندانی و جغرافیائی تفصیلات کو نقشوں اور جدولوں میں لانے اور اسباب کا جائزہ لینے میں خاص محنت کرتے ہیں۔ یہ چار عناصر مل کر بتاتے ہیں کہ اسلوب کی تکنیکی سطح پر استشراقی سیرت نگاری محنت، ترتیب اور توثیق کے ظاہری آلات سے آراستہ رہی ہے، اور اس کی تنقید اسی وقت باوزن ہو گی جب اس سطح کو تسلیم کر کے اگلی سطح، یعنی استدلال کی ساخت، کی طرف بڑھا جائے۔

جدول 1: استشراقی سیرتی اسلوب کے عناصر

عنصر	صورت	درجہ
لسانی تیاری	اصل عربی متن کا براہِ راست مطالعہ	قوت
تدوین و فہارس	مخطوطات کی تصحیح اور اشاعت	قوت
تقابلی مآخذ	غیر عربی مآخذ سے موازنہ	قوت، درجہ بندی کے ساتھ

جزوی قوت	تاریخوں، انساب اور جغرافیے کی جانچ	زمانی تعمیر
کمزوری	خاموشی سے استدلال اور مفروضہ سازی	فرضی تعمیر نو

اسلوب کا استدلالی ڈھانچا

تکنیکی عناصر کے بعد اب اسلوب کے استدلالی ڈھانچے کا جائزہ لیا جائے جو اس تحقیق کا اصل پہچان ہے۔ اس ڈھانچے کا پہلا ستون تاریخی تنقید کا وہ طریقہ ہے جو بائبل اور کلاسیکی تاریخ کے مطالعے میں پروان چڑھا اور جسے سیرت پر منتقل کیا گیا۔ اس طریقے میں خبر کو پہلے اس کی اندرونی ساخت اور پھر اس کے ماحول کی روشنی میں پرکھا جاتا ہے۔ بذاتِ خود یہ ایک تحقیقی طریقہ ہے، لیکن سیرت کے مآخذ پر اس کا اطلاق کرتے وقت اس نکتے کو اکثر نظر انداز کیا گیا کہ اسلامی روایت کا اپنا ایک تنقیدی نظام، علمِ جرح و تعدیل اور اصولِ حدیث، پہلے سے موجود ہے اور کسی خبر کی پرکھ میں اسے چھوڑ دینا ایسا ہی ہے جیسے کسی دستاویز کو اس کے اپنے زمانی نظام کے بجائے اجنبی نظام سے پرکھنا۔ اسلوب کا دوسرا ستون اسناد پر عمومی شک ہے جس میں روایت کے متأخر ہونے کو اس کے غیر معتبر ہونے کے مساوی قرار دیا جاتا ہے، حالانکہ تاخیر اور بطلان میں منطقی مساوات نہیں ہے اور ثبوت کی ذمہ داری دونوں طرف یکساں ہوتی ہے۔ تیسرا ستون تعبیر کی ترجیح ہے جس میں واقعے کی سماجی و نفسیاتی توجیہ کو اس کی روایتی توجیہ پر ایسے غالب کیا جاتا ہے گویا دونوں ایک ہی سوال کے جواب ہوں، جبکہ سماجی توجیہ واقعے کے ماحول کو بیان کرتی ہے اور دینی تعبیر اس کے معنی کو، اور دونوں کا میدان الگ ہے۔ چوتھا ستون خاموشی سے استدلال ہے یعنی کسی بات کے مآخذ میں نہ ہونے کو اس کے نہ ہونے کی دلیل بنانا، حالانکہ قدیم تاریخ نگاری میں انتخاب و اختصار عام رواج تھا اور مآخذ کی خاموشی سب سے کمزور دلیل شمار ہوتی ہے۔ یہ چار ستون مل کر اس اسلوب کی وہ ساخت بناتے ہیں جس سے پچھلے سوال میں بیان کردہ نتائج نکلے ہیں، اور اس تجزیے سے یہ بات قائم ہوتی ہے کہ اگر نتائج پر اعتراض ہے تو اس کی جڑ زیادہ تر اسی ساخت میں ہے، مواد کی کمی میں نہیں۔

اسلوب کی خوبیاں اور کمزوریاں

متوازن تحقیقی جائزے کا تقاضا ہے کہ خوبیاں اور کمزوریاں دونوں واضح ہوں۔ خوبیوں میں سب سے پہلے متن تک رسائی کی محنت آتی ہے: مخطوطات کی تلاش، متن کی تصحیح، لغوی تحقیقات اور فہارس کی تیاری نے سیرت کے طالب علم کو مادی سطح پر آگے بڑھایا اور یہ خدمات آج بھی رائج ہیں۔ دوسری خوبی تاریخی تفصیلات کی جانچ ہے جس میں جغرافیہ، انساب اور زمانی ترتیب پر توجہ نے بعض کمزور مسلم تحریروں کی اغلاط کی نشاندہی بھی کی، جسے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ سچائی کسی کی اجارہ داری نہیں۔ تیسری خوبی سوال اٹھانے کی جرات ہے: انہوں نے ایسے سوالات پوچھے جنہوں نے مسلم محققین کو اپنے مآخذ کی نئی تحقیق اور اپنے اصولوں کی جدید تدوین پر آمادہ کیا، اور سیرت نگاری کی پوری جدید روایت اس مکالمے سے مالا مال ہوئی۔ کمزوریوں میں پہلی اور بنیادی کمزوری پیش بندی ہے، یعنی تحقیق سے پہلے نتیجے کا تعین ہو جانا اور پھر مآخذ کو اس نتیجے کے تابع چھاننا، جو تحقیقی دیانت کے خلاف ہے۔ دوسری کمزوری داخلی نظام سے لاعلمی یا اسے نظر انداز کرنا ہے، خاص طور پر اسناد و روایت کے اصولوں کو سیرت پر لاگو نہ کرنا۔ تیسری کمزوری دہرے معیار کی ہے جو پچھلے سوال میں بھی بیان ہوئی اور اسلوب کی سطح پر یہ اس صورت میں نظر آتی ہے کہ موافق روایت کے لیے قبولیت کا معیار نرم اور مخالف روایت کے لیے سخت کر دیا جاتا ہے۔ چوتھی کمزوری خارجی طریقے کی بلا جائزہ منتقلی ہے جس میں ایک متنی روایت کے سوالات دوسری روایت پر اس کے اپنے وصف، یعنی زبانی تواتر کو، گھٹا کر لاگو کیے جاتے ہیں۔ یہ مجموعہ دکھاتا ہے کہ اس اسلوب کی کمزوری ذہانت یا محنت کی کمی نہیں بلکہ طریقے کے مفروضات ہیں، اور مفروضات کی درستگی ہی سے کوئی اسلوب علمی بنتا ہے۔

بہتر سیرتی تحقیق کا معیار اور نتیجہ

اس تجزیے سے وہ معیار اخذ کیا جا سکتا ہے جس پر سیرتی تحقیق چاہے وہ کسی کی ہو، پرکھی جانی چاہیے: مآخذ کو اس کے اپنے نظام کے ساتھ سمجھنا اور اس کے درجے کو اسی نظام سے متعین کرنا، دعوے کے تناسب سے ثبوت کا مطالبہ کرنا، سماجی توجیہ اور دینی تعبیر کے میدان الگ رکھنا، زمانی سیاق کا لحاظ کرنا، اور اپنے مفروضے کو واضح کر کے اسے بھی اسی پرکھ پر رکھنا جس پر دوسرے کو رکھا گیا ہو۔ مستشرقین کے اسلوب کا منصفانہ خلاصہ یہ ہے کہ وہ تکنیکی محنت میں مضبوط، مآخذ کی وسعت میں قابلِ قدر، لیکن استدلالی مفروضات اور

پیش بندی میں کمزور رہا، اور اسی کمزوری سے اس کے متنازع نتائج پیدا ہوئے۔ یہ جواب تحقیقی انداز میں اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ اسلوب کا مطالعہ نتائج کے مطالعے سے الگ نہیں ہو سکتا؛ جو طالب علم طریقہ سیکھ لیتا ہے وہ نتائج کو خود پرکھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ یہی حاصل اس سوال کا اصل مقصد ہے اور یہی مہارت اگلے سوال میں فقہ اسلامی پر جوزف شاخت کے موقف کی پرکھ میں بھی درکار ہو گی، کہ وہاں بھی بحث بالآخر اسی پر آئے گی کہ دعویٰ کس اسلوب اور کن مفروضات سے بنایا گیا ہے۔

سوال نمبر 4 (25 نمبر)

سوال: فقہ اسلامی پر جوزف شاخت کے مؤقف کا ایک تنقیدی جائزہ تحریر کیجئے۔

تعارف

فقہ اسلامی شریعت کے عملی احکام کا وہ نظام ہے جو قرآن و سنت سے استنباط کے اصولوں کے تحت صدیوں میں مدون ہوا اور جس کے بڑے مکاتب فکر کو ائمہ فقہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ بیسویں صدی میں اس نظام کی تاریخ کے بارے میں سب سے مؤثر اور متنازع موقف جوزف شاخت نے پیش کیا جنہیں اسلامی قانونی مطالعے کی مغربی روایت میں کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ ان کی کتاب The Origins of Muhammadan Jurisprudence (1950ء) اس موقف کی بنیادی صورت ہے۔ اس جواب میں پہلے شاخت کے موقف کو اس کی مضبوط ترین صورت میں بیان کیا جائے گا، پھر اس کے استدلال کے ستونوں کا تنقیدی جائزہ لیا جائے گا، اس کے بعد ان بڑے جوابی محققین کے نکات رکھے جائیں گے جنہوں نے بعد کی تحقیق میں اس موقف کو چیلنج کیا، اور آخر میں مجموعی نتیجہ اخذ کیا جائے گا۔ واضح رہے کہ یہ جائزہ خالصتاً علمی تاریخ کا معاملہ ہے؛ عملی احکام پر عمل یا کسی شخص پر ان کا اطلاق اس بحث کا موضوع نہیں اور نہ اس گائیڈ کا منصب۔

جوزف شاخت کا موقف

شاخت کے موقف کا خلاصہ تین دعووں میں کیا جاتا ہے۔ پہلا دعویٰ یہ ہے کہ اسلامی قانون اپنی منظم صورت میں نبی کریم ﷺ کے عہد کا نہیں بلکہ یہ زیادہ تر اموی دور کے آخری حصے اور عباسی دور کے آغاز میں پروان چڑھا، جب قاضیوں کے فیصلوں، انتظامی رواج اور مقامی رسم نے آہستہ آہستہ ایک زندہ روایت کی شکل اختیار کی جسے انہوں نے اسکولوں کی Living Tradition کہا۔ دوسرا دعویٰ حدیث کے بارے میں ہے کہ قانونی احادیث کا بڑا حصہ ان بحثوں کے بعد گھڑا گیا جن میں ہر مکتب نے اپنے موقف کو پیچھے لے جا کر نبی کریم ﷺ تک پہنچانے کی کوشش کی، جسے اسناد کی پس روی (projection-Back) کہا جاتا ہے، اور اس عمل میں اسناد وقت کے ساتھ مکمل ہوتی گئیں۔ تیسرا دعویٰ امام شافعی کے مقام کے بارے میں ہے کہ انہوں نے اس روایت کے مقابلے میں حدیث کو قانون کا بنیادی مأخذ قرار دے کر اس پوری صورت حال کو بدلا، یعنی شاخت کی تعبیر میں شافعی سے پہلے قانون عملی روایت تھی اور ان کے بعد وہ حدیث پر مبنی نظام کی طرف مڑا۔ شاخت نے اپنے دعووں کے لیے امام مالک کی مؤطا سمیت ابتدائی قانونی کتب کا متنی مطالعہ، اسانید میں مشترکہ راویوں کا تجزیہ اور قانونی مباحث کی زمانی ترتیب جیسے آلات استعمال کیے۔ ان دعووں کی اہمیت یہ ہے کہ اگر یہ درست مان لیے جائیں تو فقہ کی تاریخ، ائمہ کے مقام اور حدیث کے مأخذ ہونے کے بارے میں پوری روایتی تصویر بدل جاتی ہے، اسی لیے ان کا تنقیدی جائزہ اس کورس کی اہم ترین مباحث میں سے ہے۔

استدلال کا تنقیدی جائزہ: پہلا حصہ

شاخت کے استدلال کی پہلی بنیاد خاموشی سے استدلال ہے: کسی حکم یا حدیث کا کسی ابتدائی کتاب میں نہ ملنا اس کے اس وقت موجود نہ ہونے کی دلیل بنایا گیا ہے۔ اس پر بنیادی اعتراض یہ ہے کہ ابتدائی قانونی کتب کا مقصد معمولات کو بیان کرنا تھا نہ کہ ہر حکم کے پورے دلائل لکھنا، اور کسی مأخذ کی خاموشی اس کی تحریری غرض سے مشروط ہوتی ہے۔ اسی نکتے کو بعد کے محققین نے دلیلِ عدم کی کمزوری کے طور پر بیان کیا ہے۔ دوسری بنیاد اسناد کی پس روی کا نظریہ ہے جس کے لیے شاخت نے یہ فرض کیا کہ جس حدیث کی سند میں کوئی راوی مشترکہ ہو وہ اسی مقام سے گھڑی گئی۔ اس کے جواب میں مصطفیٰ اعظمی نے اپنی تحقیق Studies in Early Hadith Literature میں ابتدائی تحریری

مآخذ اور روایت کے نظام کی شہادت سے دکھایا کہ حدیث کی کتابت اور روایت پہلی صدی سے جاری تھی اور اسناد کی نشوونما کو کلی طور پر گھڑنے پر محمول کرنا شہادت سے زیادہ کا دعویٰ ہے۔ اسی طرح ہارالڈ موٹزکی نے اسناد کے ساتھ متن کے تقابلی تجزیے (matn-cum-isnad) کا طریقہ اختیار کر کے بعض مخصوص روایات کو پہلی صدی کے آخر یا اس سے پہلے تک ٹریس کیا، جو شاخت کے کلی زمانی دعوے سے میل نہیں کھاتا۔ تیسرا بڑا اعتراض ویل حلات نے اپنی کتاب A History of Islamic Legal Theories میں اٹھایا کہ شاخت نے قانونی نظریے کی تاریخ کو قانونی عمل کی تاریخ سے گڈمڈ کر دیا، اور جب دونوں کو الگ کیا جائے تو فقہ کی تدریجی صورت ایک ایسی علمی روایت کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے جس میں قرآن و سنت کا حوالہ ابتدا سے موجود تھا۔ ان جوابات کا مشترکہ نکات یہ ہے کہ شاخت نے ایک جزوی مشاہدے کو کلی قانون میں تبدیل کر دیا، جبکہ خود انہی کے آلات کو بہتر طریقے سے استعمال کرنے پر نتائج مختلف نکلتے ہیں۔

جدول 1: شاخت کے دعوے اور ان پر بڑے جوابات

دعویٰ	شاخت کی بنیاد	جوابی تحقیق کا نکتہ
قانون کا متأخر ظہور	ابتدائی کتب کی خاموشی	خاموشی دلیلِ عدم نہیں؛ تحریری غرض کا لحاظ
احادیث کی پس روی	مشترکہ راوی سے اوپر گھڑنے کا فرض	اعظمی: ابتدائی کتابت کی شہادت؛ موٹزکی: اسناد و متن کا تجزیہ
شافعی سے پہلے حدیث غیر مرکزی	زندہ روایت کا تصور	حلات: نظریے اور عمل کی تاریخ الگ رکھنے کی ضرورت

Figure: Schacht thesis and the scholarly response



شکل 1: فقہ کی تاریخ پر شاخت کے موقف اور اس کے بعد کی جوابی تحقیق کے بڑے مراحل۔

استدلال کا تنقیدی جائزہ: دوسرا حصہ

دوسرا بڑا تنقیدی نکتہ شاخت کے نمونے کے انتخاب کے بارے میں ہے۔ ان کی تحقیق کا مرکز زیادہ تر چند ابتدائی کتب اور خاص طور پر عراقی روایت رہی، جبکہ فقہی روایت کا جغرافیائی پھیلاؤ، مکہ و مدینہ کی روایت اور شامی و یمنی مواد کو اسی وزن سے شامل نہیں کیا گیا۔ کسی بڑے نظام کے بارے میں کلی حکم محدود نمونے سے لگانا تحقیق کی معروف کمزوری ہے اور شاخت کے موقف پر یہ اعتراض ان کے ہم عصر مغربی محققین کی طرف سے بھی آیا ہے۔ تیسرا نکتہ ان کی اپنی تحریروں کے اندر زمانی پابندیوں کا ہے: متاخر تحقیق نے یہ بھی دکھایا ہے کہ قاضیوں کے فیصلوں اور مکاتب کی صورت گری کی جو زمانی تقسیم شاخت نے متعین کی، اس کی بعض کڑیاں خود ان کے پیش کردہ مواد کی تاریخ سے پوری طرح ہم آہنگ نہیں ہوتیں۔ چوتھا نکتہ یہ ہے کہ شاخت نے زندہ روایت کے تصور کو اس طرح استعمال کیا گویا روایت ہمیشہ حدیث کے مقابل کھڑی تھی، حالانکہ روایت اور حدیث کے درمیان تعلق کی صورتیں پیچیدہ ہیں اور عملِ اہلِ مدینہ جیسے اصول خود سنت کی ایک صورت کے طور پر مدعی تھے، یعنی اختلاف مأخذ کی موجودگی پر نہیں بلکہ اس کی صورت کی تعیین پر تھا۔ پانچواں نکتہ امتیازِ نتائج کا ہے: یہ بات اب علمی حلقوں میں عمومی طور پر قبول کی جاتی ہے کہ شاخت نے قانونی نظریے کی تاریخ کو سمجھنے میں بڑی خدمت کی اور بہت سے سوالات کو پہلی بار منظم انداز میں اٹھایا، لیکن ان کے تاریخی دعووں کو آخری لفظ نہیں سمجھا جاتا اور بعد کی نصف صدی کی تحقیق نے ان میں بڑی تبدیلیاں کی ہیں۔ ایک طالب علم کے لیے اس حصے کا سبق یہ ہے کہ تنقید کا مطلب یہ نہیں کہ محقق کی پوری محنت کو صفر کر دیا جائے، بلکہ یہ ہے کہ ہر دعوے کو اس کے ثبوت کے برابر وزن دیا جائے۔

نتیجہ

حاصل یہ ہے کہ جوزف شاخت کا موقف کہ فقہ اسلامی بنیادی طور پر متاخر ادوار کی پیدا کردہ زندہ روایت ہے، قانونی احادیث بڑے پیمانے پر پس روی کا نتیجہ ہیں، اور حدیث کی مرکزیت امام شافعی کی مہم کا حاصل ہے، بیسویں صدی کے اسلامی مطالعے کے سب سے مؤثر دعوؤں میں سے رہا ہے۔ تنقیدی جائزے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان دعوؤں کی بنیادی کمزوریاں خاموشی سے استدلال، پس روی کا مفروضہ، محدود ذخیرے اور نظریے و عمل کی تاریخ کو ملانا ہیں، اور مؤطا اولین مآخذ کی نئی تحقیق، اعظمی و موٹزکی کے طریقوں اور حلات کی قانونی تاریخ نے ان دعوؤں کو ان کی کلی صورت میں باقی نہیں رہنے دیا۔ اس کے باوجود شاخت کی اہمیت اس سے انکار نہیں کرتی کہ انہوں نے فقہ کی تاریخ کو علمی سوال بنایا اور اس سوال نے مسلمان اور مغربی دونوں روایتوں میں نئی تحقیق کو جنم دیا۔ اس مشق کا آخری سبق پہلی مشق کے پہلے سبق سے ملتا ہے: مفہوم کو درست سمجھو، مأخذ کو اس کے درجے پر رکھو، اور دعوے کو اس کے ثبوت سے بڑا نہ بننے دو۔ یہی تنقیدی پختگی اس کورس اسلام اور مستشرقین کا اصل حاصل ہے جس کے ساتھ طالب علم آئندہ تحقیق میں اعتماد سے قدم رکھ سکتا ہے۔

USMAN NOTES www.usmannotes.com